© rasailojaraid.com

خطبۂ صدارت

از

(مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی)

برادر محترم جناب مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی ناظم ندوۃ المصنفین نے جمعیۃ علمائے ہند کی حالیہ تعلیمی کانفرنس میں جو بتاریخ ۱۸ / ۱۹ / ۲۰ / اکتوبر احمد آباد میں منعقد ہوئی تھی۔ بحیثیت صدر جو فاضلانہ خطبہ پڑھا تھا وہ اگرچہ متعدد اخبارات میں شائع ہو چکا ہے لیکن اول تو اب اس میں بہت سے اہم اور ضروری اضافہ ہو گئے ہیں پھر یہ صرف ہنگامی اور وقتی چیز نہیں بلکہ ایک مفید اور پر از معلومات علمی مقالہ بھی ہے اور اس میں وقت کے ایک نہایت اہم اور ضروری مسئلہ یعنی مسلمانانِ ہند کی تعلیمی اور دینی ضرورت پر بڑی خوبی کے ساتھ روشنی ڈالی گئی ہے اس لئے ہم اس کو قارئین برہان کی ضیافت کے لئے ذیل میں تمام و کمال درج کرتے ہیں۔

"اڈیٹر"

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ

الحمد للہ نحمدہٗ ونستعینہ ونستغفرہٗ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیّئات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہٗ ومن یضللہ فلا ھادی لہٗ ونشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ ونشھد ان سیّدنا ومولانا محمداً عبدہٗ ورسولہٗ المبعوث الی کافۃ الناس بشیراً ونذیراً وداعیاً الی اللہ باذنہ وسراجاً منیراً۔

اما بعد اساطین امت، علماء اعلام، محترم بزرگو اور دوستو! میری پہلی اخلاقی ذمہ داری یہ ہے کہ اس عزت افزائی کے لئے دل کی گہرائیوں سے آپ حضرات کا شکریہ ادا کروں، جو منصب از راہِ حسنِ ظن آپ نے مجھے سونپا ہے سچ یہ ہے کہ میں اس کا اہل نہیں ہوں، تاہم تعمیلِ حکم کو اپنا خوشگوار فرض سمجھ کر حاضرِ خدمت ہو گیا ہوں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بزرگان ملت!

جیسا کہ آپ کو معلوم ہے یہ کانفرنس جس کو کامیاب بنانے کے لئے ہم یہاں جمع ہوئے ہیں، وقت کی ضرورتوں اور تقاضوں کے لحاظ سے نہایت اہم تعمیری مقاصد اپنے اندر رکھتی ہے۔

۴۷ء کے انقلاب اور ملک کے بدلے ہوئے حالات کے بعد یہ پہلا تاریخی اجتماع ہے جو خاص اسی مقصد اور اسی مطمح نظر کے مختلف گوشوں پر غور کرنے کے لئے وجود میں آیا ہے، جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے آزاد ہندوستان میں بنیادی جبری تعلیم کے ساتھ بنیادی دینی تعلیم کا مسئلہ فی الحقیقت وقت کا سب سے اہم اور نازک مسئلہ بن گیا ہے جس پر ہمیں اس اجتماع میں غور کرنا ہے۔

بے شبہ آج کی سیاست جس میں بھوک کے نام پر بڑے بڑے کھیل کھیلے جاتے ہیں اس میں روٹی کا مسئلہ بھی کچھ کم اہم نہیں رہا ہے لیکن میں عرض کروں گا کہ اگر انسان جوہر انسانیت سے محروم ہو اور انسانیت کا دامن شرافتِ انسانی سے خالی ہو جائے تو پھر صرف روٹی اور پیٹ کے مسئلہ کے حل ہو جانے سے یہ مظلوم دنیا اس امن و سکون سے آشنا نہیں ہو سکتی جس کے لئے آج ہر شخص بے چین و مضطرب نظر آتا ہے۔

حضرات کرام! آپ کا یہ بابرکت اجتماع جس میں عام مقاصد تعلیمی کے علاوہ مسلمان بچوں اور بچیوں کی تعلیمی ضرورتوں اور نزاکتوں کے ایک ایک پہلو پر خاص طور سے غور کیا جا رہا ہے، اس کی حقیقی عظمت کی کھلی ہوئی دلیل یہ ہے کہ خود زبان وحی نے بھی اسی چیز کو انسانی مجد و شرف کا مدار بنایا ہے وہ صرف علم کی روشنی تھی جس کے سامنے فرشتوں کو سربسجود ہونے کا حکم دیا گیا اور فرمایا گیا۔

اُسْجُدُوْا لِاٰدَمَ — فرشتو! آدم کے سامنے پیشانی رکھ دو

اپنے سے بظاہر پست مخلوق کو جس کی فطرت خیر کے ساتھ شر سے بھی آشنا ہو فرشتے جو خیر محض اور عصمت و عفاف اور طاعت و تقدس کا پیکر ہیں کیوں سجدہ کریں؟ اس لئے کہ آدم کو ایک ایسی خصوصیت بخش دی گئی ہے جس سے فرشتے محروم ہیں اور یہ شرف و خصوصیت تمام فضیلتوں پر بھاری اور خاک کے پتلے آدم کو خدا کا نائب اور خلافتِ الٰہی کا مستحق بنانے والی ہے وہ خصوصیت کیا ہے صرف "علم" چنانچہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فرشتے بہت جلد حقیقت کی تہ تک پہنچ گئے اور علم و حکمت سے اپنی درماندگی اور محرومی کا نہایت خوبصورت لفظوں میں اقرار کرلیا اور کہا اٹھے سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ

اسی دولت کو انبیاء علیہم السلام کا ترکہ قرار دیا گیا - ان الانبیاء لم یورثوا دینارا ولا درھما انما ورثوا العلم[1] یعنی اللہ کے پیغمبر جو چیز ترکے اور وراثت میں چھوڑتے ہیں وہ چاندی سونے کے ڈھیر نہیں ہوتے صرف علم ہوتا ہے بلکہ کہا جا سکتا ہے کہ یہی تعلیم و تعلم ہے جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعثت اور تشریف آوری کے مقاصد میں ایک اہم مقصد ٹھہرایا۔ ایک مرتبہ مسجد کے ایک کنارے پر کچھ اصحاب وظیفہ میں مشغول تھے اور کچھ حضرات دوسری طرف حلقہ بنائے علمی مذاکرہ کر رہے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے آپ نے دونوں مجلسوں کو پسند فرمایا، لیکن اس مجلس کو افضل قرار دیا جس میں علمی مذاکرہ ہو رہا تھا پھر آپ اسی مجلس میں رونق افروز ہوگئے اور فرمایا

انی بعثت مُعلّماً[2]

میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں

---

[1] اس حدیث کے باقی ٹکڑے یہ ہیں، مشہور صحابی ابوالدرداء جامع دمشق میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص ان کے پاس آیا اور کہنے لگا ابوالدرداء! میں آپ کی خدمت میں مدینۃ الرسول سے صرف ایک حدیث کی روایت کے لئے حاضر ہوا ہوں ابوالدرداء نے اس شخص سے دریافت کیا تو پھر کیا تمہیں یہاں اور کوئی کام نہیں تھا۔ کیا تم صرف طلب حدیث کے لئے اتنی مسافت طے کرکے آئے ہو، سائل نے جواب دیا یقیناً میں یہاں کسی دوسرے کام کے لئے نہیں آیا، نہ تجارت کے لئے اور نہ کسی دوسرے مقصد کے لئے رسول اللہ کے برگزیدہ صحابی نے سوال کرنے والے کی طلب صادق کا امتحان لینے کے بعد یہ حدیث اس کو سنائی من سلك طریقاً یطلب فیہ علماً سلك اللہ بہ طریقاً الی الجنۃ وان الملائکۃ لتضع اجنحتھا رضا لطالب العلم وان العالم لیستغفر لہ من فی السمٰوٰت ومن فی الارض والحیتان فی جوف الماء وان فضل العالم علی العابد کفضل القمر لیلۃ البدر علی سائر الکواکب وان العلماء ورثۃ الانبیاء وان الانبیاء لم یورثوا دیناراً (الحدیث) ابوداؤد و ترمذی کا اس باب میں صفوان بن عسالؓ کی مشہور حدیث بھی یاد رکھنے کے لائق ہے اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ صفوان آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضور اس وقت مسجد میں تشریف رکھتے تھے، صفوان نے عرض کیا یا رسول اللہ طلب علم کے لئے حاضر ہوا ہوں، حضور نے فرمایا مرحبا لطالب العلم طالب علم کا کیا کہنا، اللہ کے فرشتے اس کو اپنے پروں کے سایہ میں لے لیتے ہیں (جامع بیان العلم صفحہ ۳۲) [2] اس کے بعد الفاظ یہ ہیں اما ھؤلاء فیدعون اللہ ویرغبون الیہ فان شاء اعطاھم وان شاء منعھم واما ھؤلاء فیتعلمون ویعلمون الجاھل وانما بعثت معلماً (جامع بیان العلم ابن

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بنا بریں جمعیۃ علماء کی زیر نگرانی تعلیمی کانفرنس کا یہ انعقاد نہایت ہی برمحل ہے، کیوں کہ انبیاء علیہم السلام کے اس مقدس ترکہ کے وارث حضرات علماء ہی ہو سکتے ہیں۔

علم و مراتب علم

حضرات! علم اپنے لفظی معنے کے لحاظ سے بہت وسیع لفظ ہے اس کے دامن زندگی اور اس کی ضرورتوں کے تمام گوشوں تک پھیلے ہوئے ہیں، آفتاب کے روشن ہونے کا علم بھی علم ہے جس کو ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں اور جس کی صداقت کا یورا الیقین رکھتے ہیں اور زمین کی گردش کا علم بھی علم ہے جس کو ہم نے کبھی نہیں دیکھا اور جس کے متعلق دنیا کے ارباب علم کی رائے بھی ایک نہیں ہے، چاند کی روشنی اور ستاروں میں مریخ کے وجود کا علم بھی علم ہے، ارباب علم کہتے ہیں کہ اس ستارے میں ذی روح اور باحواس مخلوق موجود ہے جو ہم سے تعلق قائم کرنا چاہتی ہے اور ان تمام باتوں کا علم بھی علم ہی کہلاتا ہے جو وہم و گمان کی سرحد سے آگے نہیں بڑھتیں، اسی طرح کھانا پکانے کے طریقوں کا جاننا بھی علم کہلاتا ہے، کھیت بونے اور درخت لگانے کے طریقوں کو بھی علم ہی کہا جاتا ہے۔ ایک انجنیر کو عظیم الشان عمارتوں اور فلک بوس قلعوں کی تعمیر کے جو طریقے سکھائے جاتے ہیں وہ بھی علم ہے، ہوائی جہاز اور دخانی جہاز جو فضاؤں اور سمندروں کی موجوں کو چیرتے ہوئے مشرق اور مغرب کے ڈانڈے ملاتے ہیں، ان کو بنانے اور چلانے کا علم بھی علم ہی ہے، زہریلی گیس، تار، ریڈیو، اٹیم بم اور ہائیڈروجن کا علم بھی علم ہے، حکومتوں کا نظم و نسق سنبھالنے اور فوجوں کی پریڈ اور جنگی داؤ پیچ سکھانے کا علم بھی علم ہے۔ سائنس، کیمیا، حساب اور جغرافیہ کا علم بھی علم ہے، پھر زمین و آسمان کی پیدائش کی حکمت معلوم کرنے اور رات، دن کی گردش سے عبرت حاصل کرنے کا علم بھی علم کہلاتا ہے، لیکن سب کو معلوم ہے کہ یہ تمام علم یکساں نہیں ہیں جس طرح یقین اور وہم و گمان میں کھلا ہوا فرق ہے اسی طرح معلومات کے لحاظ سے بھی علم کے بے انتہا مراتب قائم ہوتے ہیں۔

ظاہر ہے باورچی خانہ کے علم کے مقابلہ میں کشیدہ کاری اور زردوزی کے علم کا درجہ اونچا ہے اور فن خیاطت کے مقابلہ میں حساب و جغرافیہ کے فن کو اہمیت حاصل ہے۔

فن تعمیر ایک شریف اور قابل قدر فن ہے، مگر اس وقت دنیا کے تمدن میں اس سے زیادہ بلند مرتبہ کیمسٹری اور سائنس کو حاصل ہے۔ جہاز رانی اس وقت تمام دنیا کے لئے رشتۂ اتصال کا حکم رکھتی ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لیکن دنیا جانتی ہے کہ سیاست اور جہاں بانی کا مرتبہ جہاز رانی سے کہیں اونچا ہے، پھر جس طرح مادہ اور روح۔ مخلوق اور خالق کے درمیان کھلا ہوا امتیاز ہے، اسی طرح وہ علم جس کا تعلق اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات اس کے صحیح تصور اور اس کے احکام و ارشادات سے ہو، اس کا مرتبہ دنیا کے تمام علوم سے بلند ہے اتنا بلند کہ ہر مقام پر پکار پکار کر کہا جا سکتا ہے۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک

علم کی عظمت و شرافت کا تقاضا شریعتِ مقدسہ نے اجازت دی ہے کہ آپ جو علم چاہیں، حاصل کریں۔ بے تکلف حساب، سائنس، منطق، فلسفہ، جغرافیہ غرض ہر علم حاصل کر سکتے ہیں اور نہ صرف یہ کہ ایسے علوم کی تحصیل آپ کے لئے جائز ہوگی، بلکہ اگر کسی خاص علم سے اجتماعی زندگی کی منفعت اور ملت کا مفاد وابستہ ہو تو شریعت کی تعلیم کے مطابق اس علم کی تحصیل اور اس میں مہارت پیدا کرنا ضروری ہو جائے گا، کون نہیں جانتا کہ مردِ مجاہد کے لئے فنِ سپہ گری حاصل کرنا ہر چیز سے زیادہ ضروری ہو جاتا ہے یہاں تک کہ وہ دہقانی امت — جس نے پیشۂ زراعت اختیار کر کے پورے ملک کی فراہمیٔ غذا کا بار اپنے ذمہ لیا ہے، اس کے لئے زراعت کے طریقوں کو جاننا اور اس میں مہارت پیدا کرنا اسلامی تعلیمات کی روشنی میں نہایت محمود و مستحسن ہے، اس پر اس کو اجر و ثواب ملتا ہے، انتہا یہ کہ درختوں کے پھلوں، اور کھیتوں کی بالوں سے خدا کی مخلوق جو نفع اٹھاتی ہے اس کا اجر بھی کاشتکار کے نامۂ اعمال میں لکھا جاتا ہے چنانچہ ارشادِ نبوی ہے۔

ما من مسلم یزرع زرعاً او یغرس	جو مسلمان کھیتی بوئے یا پودا لگائے پھر کوئی انسان یا
غرساً فیاکل منہ انسان او طیر	پرندہ یا مویشی اس میں سے کچھ کھائے تو وہ اس کے
او بھیمۃ الا کانت لہ صدقۃ[1]	لئے صدقہ ہوگا[2]

اسی طرح پارچہ بافی، سجّادی اور چرم سازی وغیرہ وہ تمام صنعتیں جو تمدن اور رہن سہن کی ضروریات

---

[1] ترمذی شریف باب ما جاء فی فضل الغرس [2] ایک دوسری حدیث میں جس کے راوی ابو ایوب انصاریؓ ہیں یہ الفاظ ہیں ما من رجل یغرس غرساً الا کتب اللہ لہ من الاجر قدر ما یخرج من ذالک الغرس (مجمع الزوائد ج ۴)، ایک حدیث میں فرمایا جس نے کھیتی لگائی اور اس سے کسی پرندے یا کسی بھی ضرورت مند نے کچھ کھا لیا تو یہ بونے والے کے حق میں صدقہ [illegible] ہوگا (منداحمد [illegible] السائب عن ابیہ بحوالہ مجمع الزوائد ج ۴ ص ۶۷)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کو پورا کرتی ہیں ان کا علم حاصل کرنا بھی باعث اجر ہے اور مذہبی خدمت کے درجے میں آجاتا ہے۔ ارشادات نبوی میں یہ تمام تصریحات موجود ہیں، نوجوانوں کا فرض ہے کہ وہ اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور بشارتوں کو معلوم کریں اور جس علم کے حاصل کرنے میں بھی وہ مصروف ہیں اس میں پوری مہارت اور کمال پیدا کریں۔

اس مرحلہ پر دو باتوں کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ اول یہ کہ اسلام نے خود علم کو مطلوب و مقصود ٹھہرایا ہے۔ ارشادِ نبوی ہے

الکلمۃ الحکمۃ ضالۃ المومن فحیث وجدھا فھو احق بھا[1] یعنی حکمت و دانش کی ہر ایک بات مسلمان کا گم شدہ سرمایہ ہے، وہ جس جگہ بھی ملے سب سے زیادہ وہی اس کا مستحق ہے منشاء یہ ہے کہ جس طرح اپنے گم شدہ سرمایہ کی تلاش میں انتہائی جدوجہد صرف کی جاتی ہے، اور جب وہ مل جاتا ہے تو اس کو اپنی چیز اور اپنی دولت سمجھ کر محفوظ رکھا جاتا ہے اور اس کو ترقی دینے کی فکر ہوتی ہے ایسے ہی حکمت (علم و دانش کی باتیں)، ایک مسلمان کا قیمتی سرمایہ ہے۔ ضروری ہے کہ اس کی تلاش و جستجو میں ممکن حد تک جدوجہد صرف کر دی جائے۔ اور جب وہ ہاتھ لگ جائے تو اس کو محفوظ رکھنے اور ترقی دینے کی کوشش کی جائے۔

دوسرے یہ کہ شرف علم کا قدرتی تقاضا ہے کہ اس کا نصب العین بلند ہو، بے شبہ دنیوی علوم و فنون آپ اس لئے حاصل کر سکتے ہیں کہ ان کے ذریعہ دنیوی ترقی حاصل کی جائے لیکن اگر آپ نے اپنے نصب العین کو صرف اپنے ذاتی مفاد تک محدود کر دیا اور اپنی منفعت ہی آپ کے سامنے رہی، تو اسے خود غرضی کہا جائے گا علم جیسی گراں قدر دولت کو آپ صرف اپنے ذاتی اغراض پر خرچ کر رہے ہیں تو یہ علم کی تعظیم نہیں، توہین ہوگی۔

آں حضرت صلعم نے اس حقیقت کو اس طرح ظاہر فرمایا

ان اشر الناس یوم القیامۃ عالم لا ینتفع بعلمہ — یعنی اللہ تعالیٰ کے یہاں بدترین شخص وہ ہوگا جس کا علم نفع بخش نہ ہو (مشکوٰۃ شریف)

ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہوا

---

[1] ترمذی شریف صفحہ ۹۶ ج ۲۔ آخر کتاب العلم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"جس شخص سے علم کی کوئی بات دریافت کی جائے اور وہ ازراہِ بخل اس کو نہ بتلائے تو قیامت میں سزا کے طور پر اس کے منہ میں آگ کا لگام ڈالا جائے گا۔ (ابوداؤد)

ایک جگہ فرمایا

مثل علم لا ینتفع بہ کمثل کنز لا ینفق منہ (مسند احمد و دارمی) — جس علم سے دوسروں کو نفع نہ پہنچے اس کی مثال ایک ایسے خزانہ کی ہے جس میں سے خرچ بھی کچھ نہ کیا جائے اور وہ یوں ہی زمین میں گڑ کر رہ جائے۔

پس دنیوی علوم و فنون کی تحصیل کا مقصد یہ ہونا چاہیے کہ اس کے ذریعہ پورے ملک کے سرمایہ کو ترقی دی جا سکے اور یہ نہ صرف اپنے عروج اور ترقی کا بلکہ ملک و ملت کی فلاح و نجاح کا ذریعہ بن سکے۔

پھر وہ علوم جن کا تعلق اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات اور اس کے اوامر و احکام سے ہے چوں کہ ان کا مرتبہ دنیا کے تمام علوم سے برتر ہے پس ضروری ہے کہ ان کا نصب العین بھی سب سے بلند و بالا ہو۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی مخلوق کی بہترین خدمت۔

تعلیم و تعلم اسلام کی نظر میں | بزرگانِ کرام: علم و دانش کو مسلمان کی گم شدہ پونجی قرار دے کر جس اثر انگیز پیرایہ میں اس کی جستجو کی حرص پیدا کی گئی ہے، اس کے لئے کسی مزید تشریح کی ضرورت نہیں ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے

منھومان لا یشبعان طالب علم وطالب مال (ترمذی شریف) — دو حریص ایسے ہیں جن کا پیٹ کبھی نہیں بھر سکتا۔ ایک طالب علم اور دوسرا طالب مال۔

ایک دوسری حدیث میں فرمایا

ان اللہ اوحی الیٰ انہ من سلک مسلکا فی طلب العلم سھلت لہ طریق الجنۃ (بیہقی فی شعب الایمان) — اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ وحی کی ہے کہ جو طالب علم کے راستے پر پڑ گیا میں اس کے لئے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہوں

اس باب میں وسعتِ نظر کی انتہا یہ ہے کہ ذوقِ طلب کو حکمت و دانش تک ہی محدود نہیں رکھا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

گیا بلکہ اسرائیلیات کے متعلق بھی ارشاد ہوا حدثوا عن بنی اسرائیل ولاحرج (بخاری شریف وغیرہ)

اہل علم اور اشاعت تعلیم کی حوصلہ افزائی کی یہ کس قدر روشن مثال ہے کہ غزوۂ بدر میں جو لوگ قید ہوئے تھے ان سے فدیہ لے کر ان کو رہا کیا گیا، لیکن وہ نادار قیدی جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے ان کا فدیہ یہ مقرر کیا گیا کہ چند لوگوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں اور رہائی حاصل کرلیں۔ چنانچہ کاتب وحی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اسی طرح لکھنا سیکھا تھا۔[1]

جن علوم کا تعلق اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، دین کے بنیادی عقائد اور مکارم اخلاق سے ہے چونکہ عالم انسانیت کا امن اور انسان کی حقیقی ترقی ان سے وابستہ ہے ان کو حاصل کرنے، ان کو محفوظ رکھنے اور ان کو دوسروں تک پہنچانے کی خاص طور پر ترغیب دی گئی، فرمایا گیا

نضر اللہ عبداً سمع مقالتی — اللہ تعالیٰ اس کو تروتازہ رکھے جس نے میری بات سنی،

فحفظها ووعاها واداها الحدیث[2] — اس کو پوری طرح یاد رکھا اور اس کو ٹھیک ٹھیک دوسروں تک پہنچا دیا۔

جو لوگ ان علوم کی اشاعت اور تعلیم و تعلم سے امن عالم کے قیام میں مدد دیں گے ان کے متعلق ارشاد ہے کہ زمین و آسمان کی تمام چیزیں یہاں تک کہ آسمانوں کے فرشتے، بلوں میں رہنے والی چیونٹیاں اور دریا کی مچھلیاں بھی ان کے لئے دعاء خیر کرتی ہیں۔[3]

ان علوم کو حاصل کرنے والے طلبۃ العلم کے متعلق اعلان ہے کہ ان کی یہ تمام جدوجہد اللہ کے راستے میں ہے۔[4] جب وہ پڑھنے جاتے ہیں تو فرشتے ان کے لئے اپنے پر بچھاتے ہیں۔ اور اگر وہ اس جدوجہد میں وفات پاجاتے ہیں تو شہادت کا مرتبہ حاصل کرتے ہیں۔[5]

مسلمان اور علمی خدمات ہمارے بزرگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو سینہ سے لگایا۔ اور ان کی تعمیل کو زندگی کا نصب العین بنا لیا۔ چنانچہ ایک جماعت ایسی پیدا ہوئی جس نے اسلامی دنیا کے گوشہ گوشہ میں پہنچ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات کو جمع کیا، ان کے منشا اور مقصد کو سمجھا، جس جگہ کسی عالم دین،

---

[1] مسند احمد و طبقات ابن سعد [2] ترمذی و ابوداؤد [3] ترمذی شریف و مسند احمد وغیرہ [4] ترمذی شریف و ابوداؤد شریف [5] ترمذی شریف

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حافظ حدیث اور مفسر قرآن کی خبر سنی اس کے یہاں پہنچے، اس سے استفادہ کیا اور پھر علوم و اخلاق اسلامی کے امین بن کر دنیا کے دوسرے گوشوں میں پہنچے۔ اور جو کچھ حاصل کیا اس کو دنیا کے کونے کونے میں پہنچا دیا۔ یہی وجہ ہے کہ آج نہ صرف مصر و شام اور عراق و ایران، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے آشنا ہیں بلکہ چین و جزائر شرق الہند اور افریقہ کے صحرائی علاقوں میں بھی قال اللہ وقال الرسول کے نغمے سنے جا رہے ہیں۔

اسی کے ساتھ ایک دوسری جماعت پیدا ہوئی جس نے حکمت و دانش کی جستجو میں دنیا کی طنابیں کھینچ دیں یورپ اور ایشیا کے ذخیروں کو تلاش کیا اور وہ بوسیدہ اوراق جو مقفل صندوقوں میں بند تھے ان کو دوبارہ شیرازہ بند کیا، دنیاء قدیم کے فلسفیوں اور عقل مندوں نے جو نظریات قائم کئے تھے۔ سائنس، کیمیا، فلسفہ اور منطق وغیرہ کے متعلق جو تحقیقات فراہم ہو چکی تھیں۔ اور وہ کرم خوردہ کتابوں میں اس وجہ سے سمٹی ہوئی تھیں۔ کہ ان کے قدردان دنیا سے مٹ چکے تھے ان کو دوبارہ بساطِ تحقیق پر جلوہ افروز کیا اور دنیا کے ترقی پذیر تمدن کی بنیادیں از سر نو استوار کر دیں۔ خواجہ الطاف حسین حالی نے کیا خوب کہا ہے

مورخ جو ہیں آج تحقیق والے
تفحص کے ہیں جن کے آئیں نرالے
جنھوں نے ہیں عالم کے دفتر کھنگالے
زمیں کے طبق سر بسر چھان ڈالے

عرب ہی نے دل اُن کے جا کے اُبھارے
عرب ہی سے وہ بھرنے سیکھے ترارے

وہ لقمان و سقراط کے دُرِ مکنوں
وہ اسرارِ بقراط و درسِ فلاطوں
ارسطو کی تعلیم، سولن کے قانوں
پڑے تھے کسی قبرِ کہنہ میں مدفوں

یہیں آ کے مہرِ سکوت ان کی ٹوٹی
اسی باغِ رعنا سے بو ان کی پھوٹی

یہ تھا علم پر واں توجہ کا عالم
کہ ہو جیسے مجروح جویائے مرہم
کسی طرح پیاس اُن کی ہوتی نہ تھی کم
بجھاتا تھا آگ ان کی باراں نہ شبنم

حریم خلافت میں اونٹوں پہ لد کر!

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

چلے آئے تھے مصر و یوناں کے دفتر!

لئے علم و فن اُن سے نصرانیوں نے
کیا کسبِ اخلاق روحانیوں نے

ادب ان سے سیکھا صفاہانیوں نے
کہا بڑھ کے لبیک یزدانیوں نے

ہر اک دل سے رشتہ جہالت کا توڑا
کوئی گھر نہ دنیا میں تاریک چھوڑا

اور پھر کہتے ہیں۔

سُنے گوشِ عبرت سے گر جا کے انساں
تو واں ذرہ ذرہ یہ کرتا ہے اعلاں

کہ تھا جن دنوں پھر اسلام تاباں
ہوا یاں کی تھی زندگی بخش دوراں

پڑی خاکِ ایتھنز میں جاں یہیں سے
ہوا زندہ پھر نام یوناں یہیں سے

آج دنیا غزالی، ابن رشد، ابن حزم، فارابی، بوعلی سینا، ابن مسکویہ، ابن خلدون، ماوردی اور راغب وغیرہ محققوں سے نہ صرف واقف ہے بلکہ ان کے خوانِ علم کی خوشہ چیں ہے جو قدیم فلاسفہ اور دورِ حاضر کے ماہرین کے درمیان واسطہ بنے اور جنہوں نے پرانے ذخیروں کو بنا سنوار کر اور ان میں بہت کچھ اضافہ کر کے نئے ہاتھوں میں دے دیا۔

ہندوستان اور مسلمان

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت اور تعلیم سے مسلمانوں کے خمیر میں طلب علم کا جو ذوق بے پناہ پیدا ہو گیا تھا دنیا کے دوسرے ملکوں پر اس کا کیا اثر پڑا۔ اس کی داستان نہایت طویل ہے اور اس کا چھوٹے سے چھوٹا حصہ بھی اس وقت زبانِ قلم پر نہیں آسکتا۔ صرف ہندوستان کی تاریخ سے ہی شہادت طلب کی جائے تو اس یقین کے لئے کافی وجوہ موجود ہیں کہ سلطنتِ مغلیہ کے آخری دور تک ہندوستان کی علمی حالت آج کل کے کسی متمدن اور مہذب ملک سے کم نہیں تھی۔

چنانچہ سلطان عالمگیر جن کو یورپین مورخین نے خاص طور پر نشانۂ ملامت بنایا ہے، ان کے عہدِ حکومت کے یورپین سیاح کپتان الگزنڈر ہملٹن کی شہادت یہ ہے، شہر ٹھٹھہ (سندھ) میں چار سو کالج مختلف

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

علوم وفنون کے موجود تھے۔ یہ ٹھٹھہ کی حالت تھی جو پایۂ تخت دہلی سے بہت دور تھا اور خود دہلی کی حالت یہ تھی کہ مقریزی کی شہادت کے مطابق سلطان محمد تغلق کے زمانہ میں صرف دہلی میں ایک ہزار مدرسے تھے اساتذہ کی تنخواہیں شاہی خزانے سے مقرر تھیں۔ تعلیم اس قدر عام تھی کہ کنیزیں تک حافظ قرآن اور عالم ہوتی تھیں۔ خود سلطان بڑا فاضل تھا۔ قرآن مجید کے علاوہ اکثر فنون کی کتابیں حفظ یاد تھیں، ہدایہ جیسی کتاب کی چاروں جلدیں تو اس کو ازبر تھیں۔[1] سلطنت بیجاپور کے مشہور حکمراں سلطان محمد عادل شاہ نے اپنے ممالک محروسہ میں جو مدرسے قائم کئے تھے ان میں حکومت کی جانب سے طلبہ کو عام کھانے کے علاوہ خاص کھانے بریانی وغیرہ بھی دی جاتی تھی اور ایک طلائی سکہ ماہانہ وظیفہ میں ملتا تھا سلطان محمد فیروز شاہ تغلق نے جس شان و شوکت کے مدرسے اپنے زمانۂ حکومت میں تعمیر کرائے تھے دہلی کے ایک مدرسہ فیروز شاہی سے اس کا اندازہ کیا جا سکتا ہے، مورخ ضیاء برنی کے بیان کے مطابق پایۂ تخت دہلی کی کوئی عمارت خوبصورتی اور محل وقوع کے لحاظ سے اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی اور حسن انتظام اور تعلیم کی عمدگی کے اعتبار سے یہ مدرسہ اپنی نظیر نہیں رکھتا تھا۔ دیہات میں تعلیم کے متعلق سر تھامس منرو نے لکھا تھا۔

"ہر گاؤں میں ایسے مدرسے موجود ہیں جن میں نوشت وخواند اور حساب کی تعلیم ہوتی ہے۔"

ان نامور سلاطین کے بعد خاص اس زمانہ میں جب کہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے قدم ہندوستان میں جم چکے تھے اور دہلی کا تخت سیاسی شعبدہ بازوں کا تماشہ گاہ بنا ہوا تھا یعنی اٹھارویں صدی کے اواخر اور انیسویں صدی کے اوائل تک بقول پروفیسر میکس میلر بنگال میں اسی ہزار مدرسے تھے انڈیا ڈسٹرکٹ اسکولوں سے بھرا ہوا تھا۔[2] لیکن بدقسمتی سے اس کمپنی کی اجارہ داری کے زمانے میں جو غیر آئینی حکومت قائم ہوئی۔ وہ اپنی خود غرضیوں پر اسی طرح پردہ ڈال سکتی تھی کہ ہندوستان کو تعلیم کی روشنی سے محروم رکھا جائے، قدیم درس گاہیں جن کے مصارف کے لئے بڑے بڑے اوقاف مقرر تھے کمپنی کی حکومت نے ان تمام اوقاف کو ضبط کر لیا وظائف پہلے ہی بند ہو چکے تھے اس وقت تعلیم و تدریس کا تمام ذریعہ یہی اوقاف تھے۔ ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر اپنی مشہور ومعروف کتاب "ہمارے ہندوستانی مسلمان" میں تاریخی حقائق کی روشنی

---

[1] الخطط ج ۲ ص ۱۴۳ [2] رپورٹ وارڈ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں اس رازِ درونِ پردہ کو اس طرح فاش کرتا ہے۔

"آخر ۱۸۳۳ء میں مقدمات چلا کر ان معافیات اور اوقافِ تعلیم پر حکومت نے قبضہ کر لیا صرف ان اوقاف سے حکومت کی آمدنی میں ۳ لاکھ پونڈ کا اضافہ ہو گیا۔" ص ۵۵ و ۲۵۶

یہ واضح رہے کہ یہ بیان صوبۂ بنگال کے متعلق ہے اور اسی سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ جب صرف ایک ایسے پسماندہ اور دور افتادہ صوبے میں جس کو اس وقت کے لحاظ سے کوئی خاص تعلیمی امتیاز حاصل نہیں تھا تعلیم کے لئے چالیس لاکھ روپیہ سالانہ آمدنی کے اوقاف موجود تھے تو ملک کے دوسرے صوبوں میں علی المخصوص ان مقامات میں جن کو تعلیمی مرکزیت حاصل تھی کس قدر ۲

"مسلمانوں کا تعلیمی نظام جس کا دار و مدار انہی معافیات اور اوقاف پر تھا، تہ و بالا ہو گیا اور مسلمانوں کے تعلیمی ادارے اٹھارہ سال کی مسلسل غارت گری کے بعد یک قلم مٹ گئے بے شبہ ہم نے ان کے اوقاف کا ناجائز استعمال کیا، اس حقیقت کو چھپانے سے کیا فائدہ کہ اگر ہم اس جائداد کا جو خاص اسی مصرف کے لئے تھی ٹھیک ٹھیک استعمال کرتے تو بنگال میں آج بھی ان کے پاس اعلیٰ اور شاندار تعلیمی ادارے ہوتے" ص ۲۵ و ص ۲۵۸

بہر حال ایک عرصہ تک یہی پالیسی چلتی رہی کہ تعلیم کے تمام چشموں کو خشک کر دیا جائے۔ یہ پالیسی کامیاب رہی اور بقول مسٹر الفنسٹن ہندوستانیوں کی ذہنیت کے چشمے خشک کر دئے گئے۔ مگر ایک مدت کے بعد جب یہ دقت پیش آئی کہ دفتر کے لئے کلرک ملنے مشکل ہو گئے یورپ سے اتنے ارزاں کلرک بلائے نہیں جا سکتے تھے۔ اور ہندوستان کے تمام لکھے پڑھے کچھ تو اس وجہ سے کہ علمی چشموں کو خشک کر دیا گیا تھا۔ اور کچھ اس لئے کہ سرکاری زبان فارسی کے بجائے انگریزی کر دی گئی تھی۔ ختم ہو گئے تھے تو یہ پالیسی طے کی گئی کہ ایسے کلرک پیدا کئے جائیں جو رنگ و نسل کے لحاظ سے تو ہندوستانی ہوں مگر ذہن اور فکر کے اعتبار سے یورپین ہوں تاہم اس قسم کے کلرکوں کی ضرورت محدود تھی۔ اس لئے ان کے بنانے کی مشینیں یعنی اسکول اور کالج بھی محدود دائرے میں قائم کئے گئے اور تعلیم کا خرچ اتنا بڑھا دیا گیا کہ افلاس زدہ ہندوستانیوں کی ہمتیں پست ہو کر رہ گئیں اور ایک دو نسل کے بعد نتیجہ یہ ہوا کہ ہندوستان جو تہذیب و تمدن کی ترقیوں میں تمام دنیا سے آگے تھا اور جس کا چپہ چپہ علم و فضل کی روشنی سے چمک رہا تھا۔ دنیا کا پسماندہ ملک بن کر رہ گیا۔ اور جہاں سترھویں صدی کے آخر تک سو فیصدی باشندے نوشت و خواند سے واقف ہوتے تھے۔ وہاں بیسویں صدی میں

۲ اوقاف ہوں گے اس بے رحمانہ کارروائی کا ہندوستانیوں کی علمی زندگی پر کیا اثر پڑا اس کے متعلق بھی خود مسٹر ہی کی شہادت سنئے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لکھنے پڑھنے والوں کی تعداد صرف آٹھ فی صدی رہ گئی۔
یہ تھا نتیجہ انگریزی کی ڈیڑھ سو سال کی غلامی کا۔

تراناداں امید غم گساری ہا ز افرنگ است | دلِ شاہیں نہ سوزد بہراں مرغے کہ درچنگ است

اس دور میں ہمارے فرائض — حضرات! یہ ہماری کتاب ماضی کا ایک چھوٹا سا ورق ہے جس سے اگر دورِ غلامی کے بدنما دھبوں کو مٹا دیا جائے۔ تو صاف نظر آئے گا کہ ہمارے علمی ذوق اور ہماری علمی خدمات کی حیثیت آسمانِ تاریخ کے چمکتے ہوئے ستاروں سے کم نہیں تھی یہ چمکتے ہوئے تارے دیکھنے والوں کو آج بھی دعوت نظارہ دے رہے ہیں۔ اب ہم آزاد ہیں ہمارا ملک آزاد ہے اور اس آزاد ملک نے جو مختلف مذہبوں، مختلف زبانوں اور رنگ ونسل کے بہت سے فرقوں کا گہوارہ ہے۔ اپنے لئے جمہوری نظام حکومت پسند کیا ہے ایک ایسے ملک کا دستور جس میں مذہب وعقائد اور رسوم ورواج کے بے شمار اختلافات موجود ہوں لامحالہ سیکولر ہی ہونا چاہئے۔ یعنی یہ کہ وہ مذہبی معاملات میں غیر جانبدار رہے گا اور ملک کے تمام رہنے والوں کی آزادیٔ رائے اور آزادیٔ فکر کسی اونچ نیچ کے بغیر تسلیم کرے گا۔ چنانچہ آج سیکولرزم کی زمین پر جمہوریہ ہند کی تعمیر ہو رہی ہے۔ اور اسی کو ملک کی مضبوطی اور ترقی کا شاہراہ کہا جا رہا ہے۔

آزاد ہندوستان جہالت کی تاریکی کو اپنے لئے عار خیال کرتا ہے۔ اس کی کوشش یہ ہے کہ جہالت کی وبا ملک سے جلد از جلد دور ہو۔ اور ہندوستان ان متمدن ملکوں کی صف میں شانہ سے شانہ ملا کر کھڑا ہو جائے جن کا ہر ایک باشندہ پڑھا لکھا ہے ہم اس خواہش کو خوش دلی کے ساتھ لبیک کہنے کے لئے تیار ہیں۔ اور پورے وثوق کے ساتھ یہ اعلان کرتے ہیں کہ بنیادی تعلیم اور نوشت وخواند کی جد وجہد کو عام کرنے میں مسلمان نہ صرف یہ کہ ملک کے کسی فرقے سے پیچھے نہیں رہیں گے بلکہ مکمل جذبۂ خدمت اور ولولہ وشوق کے ساتھ اس مہم کو کامیاب بنانے میں پیش پیش ہوں گے۔

تاہم یہ ظاہر ہے کہ ایسا ملک جس میں تعلیم پانے والے بچوں اور نوجوانوں کی تعداد بارہ تیرہ کروڑ ہو۔ تعلیم کا ایسا نظام قائم کر دینا کہ ہر ایک بچہ ابتدائی نوشت وخواند کے لائق ہو جائے کوئی آسان کام نہیں ہے۔ اس کے لئے بے شمار اسکولوں، لاکھوں استادوں اور ٹیچروں اور کروڑوں بلکہ اربوں روپیہ کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ضرورت ہوگی۔ اور اگرچہ اس نظام کو چلانے کی مالی ذمہ داری قانونی طور پر براہ راست حکومت کے سر ہوگی لیکن جیسا کہ معلوم ہے انجام کار اس کا بار جمہور ہی کی جیبوں پر پڑے گا، وہ جمہور جن کا بیشتر فی صدی حصہ آج بھی عزمت اور فاقہ کشی کی آندھیوں میں گھرا ہوا دم توڑ رہا ہے۔

بنیادی جبری تعلیم کے ساتھ دوسرا مسئلہ جو مسلمانوں کے نقطۂ خیال سے وقت کا اہم تر اور نازک تر مسئلہ ہے بنیادی دینی تعلیم کا مسئلہ ہے جس کی ذمہ داری سیکولر اسٹیٹ اپنے اوپر لینے کے لئے تیار نہیں ہے، اس مرحلے پر ہم اس خطرہ کو کسی طرح نظر انداز نہیں کر سکتے کہ مثلاً ۶ سال سے گیارہ سال تک جب بچہ مذہبی تعلیم سے نا آشنا رہے گا اور ایسے ماحول میں پرورش پائے گا جو سیکولرزم کے سانچہ میں ڈھلا ہوا ہوگا تو جوان ہو کر اس کے مذہبی عقائد کیا ہوں گے اور آنے والی نسلوں میں اسلام کی حقیقی تعلیم کس طرح باقی رہ سکے گی۔

پس بنیادی جبری تعلیم کی اس منزل میں مختلف نزاکتوں اور پیچیدگیوں کے ساتھ جو مسئلہ سب سے پہلے سامنے آتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ آزاد ہندوستان میں مسلمان بچوں اور بچیوں کی مذہبی تعلیم کا کیا بندوبست ہوگا اور آنے والی نسلوں میں دین حنیف کی بقا اور ایمان و اسلام کی حفاظت کے لئے کیا چارۂ کار اختیار کیا جائے گا۔ اس وقت یہی معاملہ ہے جو پوری اہمیت کے ساتھ جمعیۃ علماء ہند کے سامنے ہے۔

۱۹۴۷ء کے بعد سے جمعیۃ علماء اپنی مجلسوں میں بار بار اس مسئلہ کے مختلف پہلوؤں پر غور کر چکی ہے اور اس کے متعلق جو تجویزیں اس نے منظور کیں ان کی تفصیلات پر ارباب حکومت سے متعدد بار گفتگو بھی ہو چکی ہے اور ہو رہی ہے۔

یہ واقعہ ہے کہ مسلمانوں کی یہ مقتدر ترین جماعت اس وقت اس مسئلہ کو سب سے بڑا مذہبی اور اجتماعی مسئلہ سمجھتی ہے اور اسی اہمیت کے ساتھ اس کو حل کرنے اور کسی قابلِ اطمینان نتیجے تک پہنچنے کی فکر میں ہے۔

آج یہ مسئلہ اپنی گوناگوں پیچیدگیوں کے ساتھ کانفرنس کے ارکان کے سامنے بھی پیش ہے اور اگر اس کانفرنس نے اس کو کامیابی کے ساتھ حل کر لیا تو بلاشبہ یہ وقت کا شاندار کارنامہ ہوگا جو تاریخ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے سینے پر سنہری حرفوں سے لکھا جائے گا۔

حضرات! میں پھر عرض کروں گا کہ آج ہمارے سامنے ایک طرف پورے ملک کو تعلیم یافتہ بنانے کی خاطر بیسک تعلیم کا مسئلہ ہے جو آئندہ چند سالوں میں بلا استثناء رائج کر دی جائے گی۔ جس کی افادیت اور اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کیونکہ عام تعلیم کا دنیا کے تمام ترقی یافتہ ملکوں میں ایک اہم اور نمایاں مقام ہے، بنا بریں ملک کے کسی خاص فرقہ کی جانب سے اس قانون سے علیحدگی کا مطالبہ اور اس کے لئے کسی طرح کا احتجاج مضحکہ خیز ہوگا اور اس کو کوئی وقعت نہیں دی جائے گی۔

دوسری طرف ہم اس بھیانک مستقبل سے بھی صرفِ نظر نہیں کر سکتے جو مذہبی تعلیم کا باضابطہ بندوبست نہ ہونے کی صورت میں زیادہ سے زیادہ خطرناک بن کر ہمارے سامنے آسکتا ہے۔

بس وقت کی سب سے بڑی پکار یہ ہے کہ ہم پوری توجہ اور زبردست جدوجہد سے مستقبل کے خطرات کو دور کرنے کی سعی کریں۔ اور کوئی ایسی بنیاد رکھ دیں جس پر ایک صحیح العقیدہ امتِ مسلمہ کی حفاظت کا مضبوط قلعہ تعمیر کیا جا سکے۔

یقین ہے اصحابِ فکر جو اس کانفرنس میں رونق افروز ہیں، مجالس مضامین میں ان تمام الجھنوں اور نزاکتوں پر غور فرمائیں گے۔ اور کوئی خاطر خواہ حل ملت کے سامنے پیش کر سکیں گے۔

اس اجتماع سے فائدہ | میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اس موقع سے فائدہ اٹھا کر چند باتیں اربابِ نظر کی خدمت میں پیش کر دوں، ممکن ہے وہ ان کے غور و فکر کے لئے نشانِ منزل اور چراغِ راہ کا کام دے سکیں۔

(۱) آج جب کہ یہ بات نکھر کر سامنے آچکی ہے کہ مذہبی تعلیم کی تمام تر ذمہ داری خود مسلمانوں پر ہے تو ہمارا فرض ہے کہ ہم اس ذمہ داری کو اپنی جگہ پوری طرح محسوس کریں اور پوری مستعدی کے ساتھ اس کو اپنے کاندھوں پر اٹھا لیں۔ اگر ہم اپنے شاندار ماضی کے کارناموں سے سبق لے سکتے ہیں تو پھر ہمارے لئے مایوسی کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی،

اسلافِ کرام کی لافانی خدمات تو ایک طرف رہیں برطانوی سامراج کے دور میں بھی جو علمی خدمتیں مسلمانوں نے انجام دیں —— ہمارے لئے وہ بھی کچھ کم حوصلہ افزا نہیں ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مدرسہ عالیہ کلکتہ اور شمس الہدیٰ پٹنہ جیسے مدرسوں کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ وہ سرکاری امداد واعانت کے سہارے چلتے رہے۔ لیکن دارالعلوم دیوبند اور ہندوستان کے اُن سینکڑوں عربی مدرسوں کے متعلق کیا کہا جائے گا جنہوں نے اپنی پوری زندگی میں ایک لمحہ کے لئے بھی حکومتِ وقت سے مالی اعانت حاصل نہیں کی۔ ان کا تمام تر سرمایہ اعتماد علی اللہ رہا۔ اور وہ صرف عام مسلمانوں کی ہمت کے بل بوتے پر خدمتِ علم و مذہب میں منہمک رہے اور لیل ونہار کی تیز و تند گردشوں کے باوجود آج بھی اسی طرح زندہ ہیں۔

یہ تمام مدارس جو در حقیقت دینی علوم کی یونیورسٹیاں اور کالج ہیں۔ اس کے مستحق ہیں کہ ان کو محفوظ اور باقی رکھنے کے لئے پہلے سے زیادہ جد وجہد، ایثار اور مالی قربانیوں سے کام لیا جائے۔ البتہ ان تمام مدرسوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ کم از کم ابتدائی درجات کے نصاب میں ایسی تبدیلی ضرور کر لیں جو اس وقت کے تقاضوں کو کسی حد تک پورا کر سکے۔ اور مذہبی تعلیم کی خصوصیتوں کو باقی رکھتے ہوئے جبری بنیادی تعلیم کی ہم آہنگ ہو سکے۔

(۲) جمعیۃ علماء ہند اور بعض صوبوں کی جمعیتیں اپنی تجویزوں میں بار بار توجہ دلاتی رہی ہیں کہ بچوں کی دیگر بنیادی ضرورتوں کی طرح ان کی مذہبی تعلیم کا انتظام بھی ایک اہم ذمہ داری ہے۔ آیت قرآنی یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا۔ اس باب میں ہماری صاف و صریح رہنمائی کرتی ہے۔

جمعیۃ علماء نے اس فرض کی طرف توجہ دلا کر اپیل کی ہے کہ ہر ایک مسلمان بالخصوص جمعیۃ علماء کا ہر ایک معاون اور رکن اس ذمہ داری سے سبکدوش ہونے کے لئے کم از کم ایک گھنٹہ اپنے بچوں اور قرب و جوار کے بچوں کی مذہبی تعلیم پر صرف کرے اور اس خدمت کو ایک قومی اور ملی پروگرام کی حیثیت سے انجام دے، اس طرح وہ نہ صرف وقت کی ایک اہم اور بنیادی ضرورت کو پورا کرے گا بلکہ معلم الخیر کے لقب کا مستحق ہو گا۔ جس کے متعلق رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ حق بنیاد ہے کہ زمین و آسمان کی ہر ایک چیز اس کے لئے دعاء خیر کرتی ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(۳) مسلمان بادشاہوں کے دورِ حکومت میں تعلیم کی جس عمومیت کا ذکر کیا گیا ہے کہ نہ صرف شہروں اور قصبوں میں بلکہ دیہات میں بھی ہر شخص نوشت و خواند سے واقف ہوتا تھا، اس میں خاص طور پر سبق آموز بات یہ ہے کہ تعلیم کا یہ نظام خود عام پبلک کی طرف سے تھا اور باشندگانِ ملک کا علمی ذوق حکومت کی امداد سے بے پروا رہا کرتا تھا، پڑھانے والے عام طور پر مسلمان ہوتے تھے وہ صرف خدا کے نام پر خدا کے لئے یہ خدمت انجام دیتے تھے اور عام مسلمان ان کی ضروریات کا خیال رکھتے تھے، وہاں نہ کسی انسپکٹر تعلیمات کی ضرورت ہوتی تھی نہ کسی ہیڈ یا سپروائزر کی۔ خدمتِ علم کا یہ جذبہ خود ان پر حکومت کیا کرتا تھا اور ان کو بچوں کا مہربان استاد اور مشفق و مربّی بنا دیا کرتا تھا، ہندو مسلمان کا امتیاز ان اساتذہ کے یہاں نہیں ہوتا تھا انقلاب ۱۸۵۷ء کے بعد یعنی ۱۸۶۰ء اور ۱۸۶۸ء تک جب کہ برطانوی شہنشاہیت کا اقبال نقطۂ عروج پر تھا، اس وقت بھی مسٹر آرنلڈ کو رشک تھا کہ "معلمی کی حیثیت سے میدان مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے۔ معلمی کے پیشہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہے، ہندو لڑکے مسلمان استادوں پر اعتماد کرتے ہیں اور ان کے اسکولوں (مکتبوں) میں فارسی پڑھنے کے لئے آتے ہیں۔"

بہرحال تعلیم کا عام طریقہ یہی تھا کہ پرائیویٹ طور پر معلمین اشاعتِ علم اور اصلاح و تربیت کے جذبہ سے سرشار ہو کر بچوں کو تعلیم دیا کرتے تھے اور بچوں کے سرپرست اپنی استطاعت کے مطابق ان کی خدمت کیا کرتے تھے، بادشاہ اور امراء عام تعلیم کے ذمہ دار نہیں ہوتے تھے، ان کی طرف سے اس سلسلہ میں صرف یہی امداد ہوتی تھی کہ جن پر کسی وجہ سے نظرِ کرم ہو جاتی، ان کو جاگیر بخش دی جاتی تھی، لیکن انھیں میں کچھ ایسے بلند ہمت اور قناعت شعار بھی ہوتے تھے جو شاہی عطیات قبول نہیں کرتے تھے۔ یہ وہ عالی حوصلہ پیشوایانِ دین ہوتے تھے جو دولت استغنا اور سرمایۂ توکل کو دنیا کی ہر ایک دولت سے زیادہ قیمتی سمجھتے تھے۔ تاریخ ہم سے آج پھر اسی جذبۂ صادق کو بروئے کار لانے کا مطالبہ کر رہی ہے، ہمارا کام یہ ہونا چاہیے کہ اپنے اکابر کی طرح ہر ایک محلہ اور ہر قریہ میں پرانے طرز کے مکتبوں کا جال بچھا دیں۔ عزیز طلبہ جو اس وقت عربی مدارس میں تعلیم پا رہے ہیں وہ بھی اپنی ہمت اور حوصلے بلند کریں اور اشاعتِ علم اور اصلاح و تربیت کو نصب العین بنا کر دیہات کی دور دراز بستیوں میں اقامۂ دین کے لئے ڈیرے ڈال دیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(۴) اب ایک اہم سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب جبری تعلیم کے لئے بچوں کا سرکاری اسکولوں میں داخل ہونا ضروری ہوگا تو اگر دیہات وقصبات میں دینی تعلیم کا بندوبست کیا بھی جائے اور عام مسلمان اس ذمہ داری کو قبول کرنے کے لئے آمادہ بھی ہو جائیں تو اس کے لئے وقت کہاں سے آئے گا۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے گجرات کے مسلمان نہ صرف یہ کہ اس سوال کا حل تلاش کر چکے ہیں بلکہ ایک زمانہ سے وہ اس پر عمل بھی کر رہے ہیں، یعنی گجرات کے بہت سے دیہات میں صباحی مکاتب قائم ہیں، جہاں بچے صبح کے وقت قرآن شریف اور دینیات کی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ اس کے بعد وہ پرائمری اسکولوں میں پہنچتے ہیں اور ان کا کورس پورا کرتے ہیں، لیکن ظاہر ہے کہ ہر بچہ نہ اتنا مستعد ہو سکتا ہے کہ پرائمری اسکول میں چھ گھنٹے دینے کے بعد صباحی یا شبینہ مکاتب میں تعلیم حاصل کر سکے اور نہ ہر سرپرست کو یہ دلچسپی ہو سکتی ہے کہ وہ اپنے بچوں کو ان مکاتب میں داخلہ پر مجبور کرے۔

اس دشواری کو حل کرنے کی دو ہی صورتیں ہیں جن پر خاص توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

اول یہ کہ ہم خود اپنے اسکول اور مکتب قائم کریں اور ان کا نصاب ایسا تجویز کریں جس میں دینی تعلیم کے ساتھ بیسک تعلیم کے ضروری مضامین کو بھی لازمی قرار دیا جائے اور ان مکاتب کو سرکاری محکمۂ تعلیم سے منظور کرانے کی کوشش کی جائے۔ اس طرح دینی تعلیم کا سلسلہ بھی قائم رہ سکے گا۔ اور عام تعلیم کے سلسلہ میں حکومت کا جو طریق کار ہے اس پر بھی کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

دوم یہ کہ محکمۂ تعلیم اسکولوں کے نظام الاوقات میں یہ گنجائش رکھ دے کہ کم از کم ایک گھنٹہ یومیہ یا ہفتہ میں دو تین پیریڈ مذہبی تعلیم کے لئے رکھ دئے جائیں۔ ان خالی گھنٹوں میں مذہبی تعلیم کا انتظام مسلمان اپنی طرف سے کریں یعنی اپنی جانب سے ایسے اساتذہ مقرر کریں جو اسکولوں میں جا کر دینیات کی تعلیم دیں۔ اگر محکمۂ تعلیم کے ذمہ داروں کی طرف سے اشتراکِ عمل کیا جائے گا تو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک ہی استاد چند اسکولوں میں کام کر سکے۔ لیکن یہ دونوں صورتیں اسی وقت کامیاب ہو سکتی ہیں جب کہ حکومت بھی ان کو تسلیم کرے اور مذہبی تعلیم کے لئے اس کے قلب میں جذبۂ خیرسگالی موجود ہو جب کہ جمہوریۂ ہند کے دستورِ اساسی میں ہر فرقہ کو مذہب کی آزادی دی گئی ہے اور ہر فرقہ کے مذہب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور کلچر کی حفاظت کا یقین دلایا گیا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ اگر حکومت کے سامنے یہ سوال باضابطہ رکھا جائے گا تو اس کا جواب اثبات میں ملے گا۔ اور اس طرح مسلمان بچوں کی مذہبی تعلیم کے انتظام کے لئے ایک راستہ نکل آئے گا اگرچہ یہ راستہ بھی کچھ کم دشوار گذار نہیں ہوگا اور اس کو عبور کرنے کے لئے بھی کمر ہمت چست کرنی ہوگی۔

جمعیۃ علماء ہند کی جانب سے اس سلسلہ میں جو جدوجہد اب تک کی جا چکی ہے وہ بفضلہ تعالیٰ امید افزا ہے۔

میری خواہش ہے کہ اس کانفرنس میں بھی ان پہلوؤں پر احتیاط سے غور کیا جائے اور اس کی جانب کوئی عملی قدم اٹھایا جائے۔

(۵) سلسلۂ کلام ختم کرنے سے پہلے ایک اور ضروری بات کی جانب توجہ دلانا ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ جب ہند یونین کی سرکاری زبان ہندی قرار دی جا چکی ہے تو ہمیں محسوس کرنا چاہیئے کہ جس طرح ہم نے انگریزی زبان اور رسم الخط میں مہارت حاصل کی، ہندی زبان سیکھنے اور اس میں مہارت پیدا کرنے میں بھی آگے بڑھیں اس سلسلہ میں سرکاری حلقوں کی طرف سے دوسری علاقائی زبانوں، بالخصوص اردو کے ساتھ جو درحقیقت ہمارے ملک کے مشترک کلچر کی سب سے بڑی نشانی ہے جس ذہنی پستی اور تنگ دلی کا اظہار کیا جارہا ہے۔ اس سے صرف یہی نہیں کہ ہندی کی ترقی کی راہ میں رکاوٹیں پیدا ہو رہی ہیں بلکہ واقعہ یہ ہے کہ عام تعلیم کے راستہ میں بھی یہ تنگ نظری سنگِ گراں بن کر رکاوٹ ڈال رہی ہے۔

اس کے باوجود سرکاری اور قومی زبان کی اہمیت کی طرف سے ہمیں آنکھ بند نہیں کرنی چاہیے اس کو اپنی اور اپنے ملک کی زبان سمجھ کر نہ صرف اپنانا چاہیے بلکہ اس میں امتیاز اور مہارت پیدا کر کے ان فرقہ پرستوں کی تنگ دلی اور تاریک دماغی کو چیلنج کرنے کی ضرورت ہے جو اپنے ہی وطن اور اپنی ہی سرزمین کی دوسری محبوب و مقبول زبان سے صرف اسلئے عداوت رکھتے ہیں کہ اس کو اپنے خیال میں مسلمانوں کی زبان سمجھتے ہیں۔ اگرچہ یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ حقائق کی ٹھوس چٹانوں کی مضبوطی کے سامنے ان کے اس ذہنی جوش اور ضد کو سر پٹخ پٹخ کر بھی ہی شانا پڑے گا اور کوئی اندھا تعصب اردو کو اس کے قدرتی حقوق سے محروم نہیں کرا سکے گا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بہر حال میری غرض یہ ہے کہ جب کہ حکومت کی زبان کی حیثیت سے ہندی کی تعلیم لازمی ہوگی اور ہندیونین میں ہندی زبان اور ہندی رسم خط "بین صوبجاتی" حیثیت اختیار کرے گا تو ہماری قومی بصیرت اور دوراندیشی کا تقاضا یہ ہونا چاہئے کہ ہم اپنے عام مذہبی لٹریچر کو ہندی میں منتقل کرنے کی کوشش شروع کردیں،

اس سلسلہ کا پہلا کام یہ ہونا چاہئے کہ دینیات کا جو نصاب جمعیۃ علماء ہند کی طرف سے اردو میں شائع کیا جارہا ہے، اس کو ہندی رسم الخط میں شائع کیا جائے اور پھر رفتہ رفتہ اصلاحی اور تبلیغی نقطۂ نظر سے مختلف رسالے اور ٹریکٹ مرتب کئے جائیں اور ہندی کے ساتھ ان کو انگریزی میں بھی شائع کیا جائے۔ یہی ہے وقت کی آواز۔

مرکزی جمعیۃ علماء ہند اس طرح کی تمام تجویزوں کو عمل میں لانے کے لئے بے چین ہے اور اس مرحلے پر اس کی نظریں بار بار اربابِ خیر کی جانب اٹھ رہی ہیں۔

اسی کے ساتھ صوبائی جمعیتوں کا کام یہ ہے کہ وہ اس لٹریچر کا اپنی صوبائی زبانوں میں ترجمہ کرائیں اور اس کو زیادہ سے زیادہ شائع کرنے کی سعی کریں۔

جمعیۃ علماء صوبہ گجرات نے جمعیۃ علماء ہند کا دستور اساسی گجراتی میں شائع کرکے اور جمعیۃ علماء ہند کی کارگذاری کی رپورٹ گجراتی میں طبع کراکر ایک لائق تقلید خدمت انجام دی ہے، اللہ تعالیٰ اس کے کارکنوں کی مخلصانہ مساعی کو بارآور فرمائے۔

حضراتِ گرامی! کہنے کے لئے ابھی بہت کچھ ہے، بہت سی باتیں کہی جاسکتی ہیں، خوش نما تجویزوں اور پروگراموں کے انبار لگائے جاسکتے ہیں، لیکن جہاں تک آپ کی تعلیمی کانفرنس کا تعلق ہے اس کے لئے یہی کچھ کم نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو کہنے سے زیادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ مجھے یقین ہے کہ ہر طرح کی ناسازگاریوں اور دشواریوں کے باوجود مسلمان اگر آج بھی اپنی جماعت جمعیۃ علماء کے مقام کو ٹھیک ٹھیک سمجھ کر اس کے طریقِ عمل کو کامیاب بنانے کا عزمِ صمیم کرلیں تو وہ اپنے مستقبل پر مکمل اعتماد کرسکتے ہیں اور ان کی عظمت کی بساط جسے گردشِ لیل ونہار نے اس ملک میں الٹنے کی کوشش کی ہے، پھر اسی شان کے ساتھ قائم ہوسکتی ہے

قل لن یصیبنا الا ما کتب اللہ لنا ھو مولانا وعلی اللہ فلیتوکل المومنون۔ فبشر عباد الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ اولئک الذین ھداھم اللہ واولئک ھم اولوا الالباب فقط والسلام

© rasailojaraid.com